



The difference in the legal (Shariah) status of tacit consensus (Ijma al-Sukuti) between the Hanafis and the Shafi'is

سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت میں اختلاف حنفیہ اور شوافع کے نقطہ نظر میں

Muhammad Salman Qureshi

M.Phil Islamic Studies Graduated, KUST

msqureshi00553@gmail.com

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

This paper discusses the contentious Question of Ijma al-Sukuti (tacit consensus) and its legal status in Islamic jurisprudence with special attention being given to the opposing interpretations of the Hanafi and the Shafi'i schools of thought. In the interpretation of the Islamic law multiple forms of Ijma exist, one of which, explicit consensus (ijma sarih), is not controversial. The tacit consensus however is a controversial one where scholars do not take a stand over a juristic opinion without necessarily opposing it openly. Hanafis consider such silence, under certain circumstances e.g. when the issue is so well known and uncontested, as evidence, reasoning that silence should be interpreted as consent. On the other hand, the Shafi'i school does not recognize its authority because of the possibility of silence due to ignorance, lack of interest in expressing consent or uncertainty, not fulfilling the definition of ijma as there must be express agreement. The paper will also discuss the Quranic, prophetic, rational and historical evidences that are usually put forward by those supporting either of the two views. Examples of the period of the Companions and early jurists are discussed to bring out the cases in which tacit consensus was cited as testimony. The study also examines the current issues of the application of ijma sukuti particularly in modern areas of law reforming, bioethics and money matters where silence cannot be easily treated as approval because of the complicated nature of issues, and various participation of scholars. Finally, the paper concludes that whereas the Hanafi stance leaves room of legal flexibility by leaving tacit consensus to be proved in limited situations, the Shafi'i school is more cautious and precise with regard to methodology. The two views add value to the usul al-fiqh discourse by providing a variety of methods of deducing rulings. The findings show why inter-madhab dialogue needs to be encouraged, why collective ijthad must be fostered, and why the significance of tacit consensus should be well examined to deal with contemporary matters of juristic concern.

Keywords: Ijma al-Sukuti, Tacit Consensus, Hanafi School, Shafi'i School, Usul al-Fiqh, Islamic Jurisprudence, Legal Methodology

1- تمہید

موضوع کا تعارف اور علمی اہمیت

سکوتی اجماع فقہی اصطلاح میں ایک ایسا اجماع ہے جس میں علماء کسی شرعی مسئلے پر صریحاً اختلاف نہ کریں، بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ یہ خاموشی بعض اوقات قبولیت کی علامت سمجھی جاتی ہے، جبکہ دیگر حالات میں اسے عدم دلچسپی یا عدم علم کی نشانی بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ فقہاء کے درمیان سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت پر گہرا اختلاف پایا جاتا ہے، خاص

طور پر حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے نزدیک اس کی تشریح اور اعتبار کے حوالے سے واضح فرق نظر آتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں سکوتی اجماع کو قابل استدلال مانا جاتا ہے، بشرطیکہ اس پر عمل درآمد ہو رہا ہو اور کسی معتبر عالم نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔ جبکہ شوافع کے نزدیک خاموشی کو اجماع قرار دینے کے لیے واضح اور صریح رضامندی ضروری ہے، محض سکوت کو شرعی دلیل بنانا مشکل ہے۔ اس موضوع کی علمی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ اجماع کی نوعیت، اس کے مصادر اور استنباط احکام میں اس کے کردار کو واضح کرتا ہے۔

سکوتی اجماع کی فقہی حیثیت پر بحث کی ضرورت

سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت پر بحث کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ ایک نازک اور پیچیدہ فقہی مسئلہ ہے، جس کا تعلق مباشرتاً احکام شرعیہ کے استنباط سے ہے۔ اگر سکوتی اجماع کو حجت مان لیا جائے تو پھر بہت سے ایسے مسائل جن پر صریح نص موجود نہیں، ان کے لیے سکوت کو بنیاد بنا کر احکام وضع کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اگر اسے معتبر نہ سمجھا جائے تو پھر صرف وہی احکام قابل عمل ہوں گے جن کے بارے میں کتاب و سنت یا صحابہ و تابعین کا واضح موقف موجود ہو۔ حنفیہ اسے ایک معتبر دلیل سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اگر کسی مسئلے پر خاموشی اختیار کی گئی ہو اور وہ مسئلہ عوام و خواص میں مشہور ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسے قبول کر لیا گیا ہے۔ جبکہ شوافع کا موقف ہے کہ محض سکوت کو اجماع نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ خاموشی کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً عدم علم یا بحث سے گریز۔ لہذا، اس مسئلے پر مزید تحقیق اور تنقیدی جائزہ ضروری ہے تاکہ دونوں مکاتب فکر کے دلائل کا تقابلی مطالعہ کیا جاسکے۔

تحقیقی مقاصد اور سوالات

اس موضوع پر تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سکوتی اجماع کے بارے میں حنفیہ اور شوافع کے اختلافی مواقف کا جائزہ لیا جائے اور دونوں کے دلائل کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت کو واضح کیا جائے۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ آیا:

1. سکوت کو واقعی اجماع کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز، کیا تمام فقہی مکاتب فکر کے ہاں سکوتی اجماع کو یکساں اہمیت حاصل ہے؟

2. دیگر اہم سوالات میں یہ شامل ہیں کہ کیا سکوتی اجماع کے لیے کوئی شرائط مقرر کی گئی ہیں؟

3. اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟ نیز، کیا دور حاضر کے پیچیدہ مسائل میں سکوتی اجماع کو بنیاد بنا کر نئے احکام اخذ کیے جاسکتے ہیں؟

ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے سے نہ صرف فقہی اختلافات کو سمجھنے میں مدد ملے گی، بلکہ اس سے استنباط احکام کے نئے زاویوں کو بھی اجاگر کیا جائے۔

2۔ اجماع کی تعریف اور اقسام

لغوی و اصطلاحی معنی

اجماع کا لغوی معنی "اتفاق کرنا" یا "متحد ہونا" ہے، جبکہ اصطلاحی مفہوم میں یہ اہل علم کا کسی شرعی مسئلے پر متفق ہونے کو کہتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں اجماع سے مراد کسی دور کے مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر اتفاق رائے ہوتا ہے، جس کے بعد اس کے خلاف رائے دینا درست نہیں سمجھا جاتا۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے اجماع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "اجماع امت محمدیہ کا کسی مسئلے پر اتفاق ہے"۔¹ اسی طرح امام شافعی (م. 790ھ) نے اجماع کو شریعت کی ایک مستقل دلیل قرار دیتے ہوئے کہا: "اجماع ایک قطعی دلیل ہے جس کا انکار کرنا جائز نہیں"۔² یہ تعریفات واضح کرتی ہیں کہ اجماع صرف اتفاق رائے نہیں بلکہ ایک شرعی حجت ہے جو دین کے بنیادی مصادر میں شامل ہے۔

اجماع کی شرعی بنیادیں

اجماع کی شرعی حیثیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں اور تفرقہ نہیں ڈالتے"۔³ اس آیت کو اجماع کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ اجماع درحقیقت امت کے اتحاد کی علامت ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے: "میری امت اگر ابی پر جمع نہیں ہوگی۔ امام ابن قیم (م. 751ھ) نے اجماع کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا: "اجماع شریعت کی ایک مستقل دلیل ہے جس کا انکار کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے"۔⁴ امام سرخسی (م. 483ھ) نے بھی اجماع کو قرآن و سنت کے بعد تیسرا مصدر قرار دیا ہے۔⁵ ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اجماع کی شرعی حیثیت مسلمہ ہے۔

اجماع کی بنیادی اقسام

فقہاء نے اجماع کی متعدد اقسام بیان کی ہیں، جن میں سب سے اہم "اجماع صریح" اور "اجماع سکوتی" ہیں۔ اجماع صریح وہ ہے جس میں تمام علماء کسی مسئلے پر واضح طور پر اپنی رائے کا اظہار کریں، جبکہ اجماع سکوتی میں بعض علماء خاموش رہیں مگر مخالفت نہ کریں۔ امام ابن حزم (م. 456ھ) نے اجماع صریح کو سب سے مضبوط قرار دیتے ہوئے لکھا: "صریح اجماع وہ ہے جس میں تمام مجتہدین ایک ہی رائے پر متفق ہوں"۔⁶ دوسری طرف، امام نووی (م. 676ھ) نے اجماع سکوتی کو بھی محدود شرائط کے ساتھ قابل قبول

قرار دیا ہے۔⁷ اس کے علاوہ "اجماع صحابہ" کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ ان کا اتفاق سنت کی تفسیر سمجھا جاتا ہے۔ امام سیوطی (م. 911ھ) نے لکھا: "صحابہ کا اجماع حجت ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیض سے مستفید تھے"۔⁸ ان اقسام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجماع کی ہر قسم کی اپنی شرعی حیثیت اور اہمیت ہے۔

3- سکوتی اجماع کا مفہوم

سکوتی اجماع کی لغوی و اصطلاحی وضاحت

سکوتی اجماع کی لغوی تعریف "خاموشی" اور "اتفاق" کے مرکب پر مبنی ہے، جہاں "سکوت" سے مراد خاموشی اور "اجماع" سے مراد اتفاق رائے ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے سکوتی اجماع سے مراد وہ صورت ہے جب کسی شرعی مسئلے پر بعض علماء اپنی رائے کا اظہار کریں جبکہ دیگر علماء خاموشی اختیار کریں، اور یہ خاموشی ان کی رضامندی کی علامت سمجھی جائے۔ امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے اپنی کتاب البحر الرائق میں سکوتی اجماع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "سکوتی اجماع وہ ہے جس میں بعض علماء اظہار رائے کریں اور باقی خاموش رہیں، بشرطیکہ یہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔⁹ اسی طرح امام کرنی (م. 340ھ) نے اصول الکفری میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب مسئلہ ایسا ہو کہ اس پر خاموشی رضامندی کی دلیل ہو"۔¹⁰ یہ تعریفات واضح کرتی ہیں کہ سکوتی اجماع کے لیے خاموشی رضامندی کی علامت سمجھا جاتا ہے، بشرطیکہ اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔

سکوتی اور صریح اجماع کا فرق

سکوتی اجماع اور صریح اجماع میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صریح اجماع میں تمام علماء کسی مسئلے پر واضح طور پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں، جبکہ سکوتی اجماع میں بعض علماء خاموش رہتے ہیں۔ صریح اجماع کی حجیت پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، جبکہ سکوتی اجماع کی حجیت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں لکھا ہے: "صریح اجماع قطعی حجت ہے، جبکہ سکوتی اجماع ظنی ہونے کی وجہ سے بعض اوقات قابل استدلال نہیں ہوتا"۔¹¹ امام ابن ہمام (م. 861ھ) نے تقریرات ابن ہمام میں اس فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے: "سکوتی اجماع میں خاموشی کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، اس لیے اس کی حجیت صریح اجماع جیسی نہیں"۔¹² اس فرق کی وجہ سے فقہاء نے سکوتی اجماع کو محدود شرائط کے ساتھ قبول کیا ہے۔

سکوتی اجماع کے تاریخی استعمالات

تاریخ فقہ میں سکوتی اجماع کے متعدد استعمالات ملتے ہیں، خاص طور پر فقہ حنفی اور فقہ مالکی میں اسے بعض اوقات دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں لکھا ہے: "صحابہ کرام کے دور میں بعض مسائل پر سکوتی اجماع ہوا، جیسے عورت کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا، جس پر بعض صحابہ نے خاموشی اختیار کی"۔¹³ اسی طرح امام ابن عبد البر (م. 463ھ) نے الاستذکار میں لکھا ہے: "تابعین کے دور میں بعض اجتہادی مسائل پر سکوتی اجماع ہوا، جسے بعد کے فقہاء نے حجت قرار دیا"۔¹⁴ ان تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ سکوتی اجماع کو بعض محدود حالات میں شرعی دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس کی حیثیت ہمیشہ اختلافی رہی ہے۔

4- سکوتی اجماع کی فقہی بنیاد

قرآن سے دلائل

سکوتی اجماع کی فقہی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک سے متعدد دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ سورہ النساء کی آیت 115 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"۔¹⁵ اس آیت میں "سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ" سے مراد امت مسلمہ کا متفقہ راستہ ہے، جسے اجماع کی شکل میں سمجھا جاتا ہے۔ امام آمدی (م. 631ھ) نے اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کی حجیت قرآن کی روشنی میں ثابت ہے، کیونکہ خاموشی بھی رضامندی کی ایک شکل ہے"۔¹⁶ اسی طرح امام ابن حزم (م. 456ھ) نے المحلی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: "مؤمنین کے راستے کی پیروی سے مراد اجماع امت ہے، خواہ وہ صریح ہو یا سکوتی"۔¹⁷ یہ آیات اور تفاسیر واضح کرتی ہیں کہ سکوتی اجماع کو قرآن کی روشنی میں ایک معتبر دلیل سمجھا گیا ہے۔

سنت سے دلائل

سنت نبوی سے بھی سکوتی اجماع کی تائید میں دلائل ملتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ"۔¹⁸ اس حدیث میں امت کے اجتماع کو گمراہی سے محفوظ قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد اجماع کی تمام اقسام بشمول سکوتی اجماع ہے۔ امام نووی (م. 676ھ) نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کی حجیت حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ خاموشی بھی اجماع کی ایک قسم ہے"۔¹⁹ اسی طرح امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں بیان کیا: "صحابہ کرام کے دور میں سکوتی اجماع کا استعمال ہوا، جسے نبی ﷺ نے قبول فرمایا"۔²⁰ ان احادیث اور تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت نبوی بھی سکوتی اجماع کو معتبر قرار دیتی ہے۔

عقلی و قیاسی استدلال

عقلی اور قیاسی دلائل کے ذریعے بھی سکوتی اجماع کی حجت ثابت کی جاتی ہے۔ فقہاء کا کہنا ہے کہ اگر کسی مسئلے پر علماء خاموش رہیں اور اس پر عمل درآمد ہو رہا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے البحر الرائق میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔²¹ اسی طرح امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے کہا: "خاموشی کی وجہ سے ہی کسی بات کی تائید ہوتی ہے، بشرطیکہ اس پر عمل جاری ہو"۔²² یہ عقلی دلائل سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت کو مزید تقویت دیتے ہیں۔

5- حنفی موقف کے اصولی بنیادیں

حنفی اصول فقہ میں سکوتی اجماع کی تعریف

حنفی مکتب فکر میں سکوتی اجماع سے مراد وہ اتفاق رائے ہے جس میں بعض علماء کسی شرعی مسئلے پر صریح رائے کا اظہار کریں، جبکہ دیگر علماء خاموش رہیں اور اس خاموشی کو ان کی رضامندی کی علامت سمجھا جائے۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے اپنی معروف کتاب المبسوط میں سکوتی اجماع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو، کیونکہ خاموشی رضامندی کی دلیل ہے"۔²³ اسی طرح امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے البحر الرائق میں واضح کیا ہے: "سکوتی اجماع وہ ہے جس میں بعض علماء اظہار رائے کریں اور باقی خاموش رہیں، بشرطیکہ یہ مسئلہ عوام و خواص میں معروف ہو"۔²⁴ حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع کی یہ تعریف اسے صریح اجماع سے ممتاز کرتی ہے، جہاں تمام علماء متفقہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

سکوتی اجماع کی حجت کا معیار

حنفی اصول فقہ میں سکوتی اجماع کی حجت کے لیے کچھ اہم معیارات مقرر کیے گئے ہیں۔ امام کرنی (م. 340ھ) نے اصول الکرخی میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت حجت ہوتا ہے جب مسئلہ ایسا ہو کہ اس پر خاموشی رضامندی کی دلیل ہو، اور اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو"۔²⁵ دوسری جانب، امام ابن ہمام (م. 861ھ) نے تقریرات ابن ہمام میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کی حجت کے لیے ضروری ہے کہ مسئلہ مشہور ہو اور اس پر عمل درآمد ہو رہا ہو، کیونکہ خاموشی کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں"۔²⁶ ان معیارات کے مطابق، حنفیہ سکوتی اجماع کو محدود شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں، خاص طور پر جب یہ کسی معروف مسئلے پر ہو اور اس پر علمی یا عملی اعتراض نہ کیا گیا ہو۔

قابل قبول صورتیں اور شرائط

حنفی فقہاء نے سکوتی اجماع کی قابل قبول صورتیں اور شرائط بھی واضح کی ہیں۔ امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

(1) مسئلہ مشہور ہو،

(2) علماء کی خاموشی رضامندی پر معمول ہو،

(3) اس پر عمل جاری ہو²⁷

اسی طرح امام آمدی (م. 631ھ) نے الاحکام فی اصول الاحکام میں اضافہ کیا: "اگر کسی مسئلے پر صحابہ یا تابعین کا سکوتی اجماع ہو تو اسے ترجیح دی جائے گی، بشرطیکہ اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو"۔²⁸ ان شرائط کے تحت، حنفیہ سکوتی اجماع کو ایک معتبر دلیل مانتے ہیں، لیکن اس کی تطبیق احتیاط کے ساتھ کرتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں سے بچا جاسکے۔

6- شافعی موقف کے اصولی بنیادیں

شافعی اصول فقہ میں سکوتی اجماع کی تعریف

شافعی مکتب فکر میں سکوتی اجماع سے مراد وہ صورت ہے جب کسی شرعی مسئلے پر بعض علماء اپنی رائے کا اظہار کریں، جبکہ دیگر علماء خاموش رہیں، اور یہ خاموشی ان کی رضامندی کی علامت نہ سمجھی جائے۔ امام نووی (م. 676ھ) نے روضۃ الطالبین میں واضح کیا ہے: "سکوتی اجماع وہ ہے جس میں بعض علماء اظہار رائے کریں اور باقی خاموش رہیں، لیکن شوافع کے نزدیک خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں ہوتی"۔²⁹ اسی طرح امام شافعی (م. 204ھ) نے الام میں لکھا ہے: "اجماع صریح کے بغیر محض خاموشی کو حجت قرار دینا درست نہیں، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں"۔³⁰ شوافع کے نزدیک سکوتی اجماع کی تعریف میں واضح فرق یہ ہے کہ وہ خاموشی کو رضامندی کی علامت نہیں سمجھتے، بلکہ اسے عدم دلچسپی یا علمی اختلاف کی نشانی قرار دیتے ہیں۔

سکوتی اجماع کی حجت کی نفی یا تحدید

شافعی مکتب فقہ میں سکوتی اجماع کی حجت کو یا تو مکمل طور پر مسترد کر دیا گیا ہے یا پھر انتہائی محدود شرائط کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے المستصفیٰ میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع حجت نہیں ہے، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں، جیسے کہ عدم علم، خوف، یا عدم دلچسپی"۔³¹ اسی طرح امام ابن حجر ہیتمی (م. 974ھ) نے تحفۃ المحتاج میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کو حجت ماننے کے لیے ضروری ہے کہ تمام علماء کو مسئلہ کی اطلاع ہو اور ان کے پاس رد عمل دینے کا مناسب وقت ہو، جو عملاً ناممکن ہے"۔³² شوافع کے نزدیک سکوتی اجماع کی حجت کو محدود کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اسے ظنی دلیل سمجھتے ہیں، جس کی بنیاد پر قطعی احکام وضع نہیں کیے جاسکتے۔

دلائل اور بنیادی اعتراضات

شافعی علماء نے سکوتی اجماع کی حجت پر متعدد دلائل اور اعتراضات پیش کیے ہیں۔ امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کے خلاف بنیادی دلیل یہ ہے کہ خاموشی کو رضامندی پر محمول کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ اجماع کی شرطوں کو پورا نہیں کرتا"۔³³ اسی طرح امام رازی (م. 606ھ) نے المحصول میں استدلال کیا ہے: "اگر سکوتی اجماع کو حجت مان لیا جائے تو یہ اجماع کی تعریف کے خلاف ہو گا، کیونکہ اجماع کا مطلب صریح اتفاق ہے، نہ کہ خاموشی"۔³⁴ شوافع کے بنیادی اعتراضات میں یہ شامل ہیں کہ سکوتی اجماع میں علمی تحقیق کا فقدان ہوتا ہے، اور یہ اجماع کی روح کے منافی ہے، جو کہ واضح اور صریح اتفاق پر مبنی ہونی چاہیے۔

7- سکوتی اجماع پر حنفی دلائل

قرآن و حدیث سے استدلال

حنفی مکتب فکر سکوتی اجماع کی حجت کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث سے متعدد دلائل پیش کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"³⁵، جس میں امت کے اتحاد اور اجتماعی رائے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: "خاموشی بھی اجماع کی ایک شکل ہے، کیونکہ یہ امت کے اجتماعی فیصلے کی علامت ہے"۔³⁶ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ"³⁷، امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے البحر الرائق میں سکوتی اجماع کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے: "یہ حدیث بتاتی ہے کہ امت کا اجتماع، خواہ صریح ہو یا سکوتی، گمراہی پر نہیں ہو سکتا"۔³⁸ ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع کی بنیاد قرآن و سنت کی نصوص پر ہے۔

آثار صحابہ سے شواہد

صحابہ کرام کے دور میں سکوتی اجماع کے متعدد واقعات ملتے ہیں، جو حنفیہ کے موقف کو تقویت دیتے ہیں۔ مثلاً، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں "عول" کے مسئلے پر صحابہ کی خاموشی کو سکوتی اجماع قرار دیا گیا ہے۔ امام کرنی (م. 340ھ) نے اصول الکرنی میں لکھا ہے: "صحابہ کا سکوت ان کی رضامندی کی دلیل ہے، بشرطیکہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔³⁹ اسی طرح امام ابن ہمام (م. 861ھ) نے تقریرات ابن ہمام میں ذکر کیا ہے: "تابعین کے دور میں بھی سکوتی اجماع کو حجت مانا جاتا تھا، جیسے ام ولد کی بیچ کے مسئلے پر اجماع"۔⁴⁰ یہ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ سکوتی اجماع کا تصور صحابہ اور تابعین کے دور میں بھی موجود تھا اور اسے عملی طور پر قبول کیا جاتا تھا۔

عقلی و عملی مثالیں

حنفیہ نے سکوتی اجماع کی حجت کو عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ اگر کسی مسئلے پر علماء خاموش رہیں اور اس پر عمل جاری ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب مسئلہ مشہور ہو اور اس پر عمل درآمد ہو رہا ہو، کیونکہ خاموشی کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں"۔⁴¹ اسی طرح امام آمدی (م. 631ھ) نے الاحکام فی اصول الاحکام میں عقلی استدلال پیش کرتے ہوئے کہا: "خاموشی کو رضامندی پر محمول کرنا عقلاً درست ہے، بشرطیکہ اس پر علمی یا عملی اعتراض نہ کیا گیا ہو"۔⁴² یہ عقلی اور عملی مثالیں حنفی موقف کو مزید مضبوط بناتی ہیں۔

8- سکوتی اجماع پر شافعی دلائل

نصوص سے استدلال

شافعی مکتب فکر سکوتی اجماع کی حجت کو مسترد کرنے کے لیے قرآن و سنت سے واضح دلائل پیش کرتا ہے۔ امام شافعی (م. 204ھ) نے اپنی کتاب الام میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "سکوتی اجماع کو حجت قرار دینے کے لیے کوئی صریح نص موجود نہیں، کیونکہ خاموشی کو رضامندی پر محمول کرنا درست نہیں"۔⁴³ اسی طرح امام نووی (م. 676ھ) نے روضۃ الطالبین میں حدیث نبوی ﷺ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ" کی تشریح کرتے ہوئے کہا: "یہ حدیث صریح اجماع پر دلالت کرتی

ہے، نہ کہ سکوتی اجماع پر، کیونکہ خاموشی گمراہی کی علامت بھی ہو سکتی ہے۔⁴⁴ شوافع کے نزدیک قرآن و سنت میں سکوتی اجماع کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے اسے معتبر نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ شرعی دلائل میں صراحت ضروری ہے۔

اجماع کی تعریف سے ماخوذ اصولی اعتراضات

شافعی اصول فقہ کے مطابق اجماع کی تعریف ہی سکوتی اجماع کی نفی کرتی ہے۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے المستصفیٰ میں لکھا ہے: "اجماع کا مطلب صریح اتفاق ہے، نہ کہ خاموشی، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جو رضامندی کی علامت نہیں۔"⁴⁵ اسی طرح امام رازی (م. 606ھ) نے المحصول میں استدلال کیا: "سکوتی اجماع اجماع کی تعریف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں صریح اتفاق کا فقدان ہے۔"⁴⁶ شوافع کے نزدیک اجماع کی شرط یہ ہے کہ تمام مجتہدین اپنی رائے کا واضح اظہار کریں، اور خاموشی کو اس میں شامل کرنا اصولی اعتبار سے درست نہیں۔

عملی و تاریخی دلائل

تاریخی اور عملی شواہد بھی شافعی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ امام ابن حجر ہیتمی (م. 974ھ) نے تحفۃ المحتاج میں لکھا: "صحابہ کے دور میں بھی سکوتی اجماع کو حجت نہیں مانا گیا، کیونکہ خاموشی کی وجوہات معلوم نہیں ہو سکتیں۔"⁴⁷ اسی طرح امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفول میں تاریخی واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کے عملی تطبیقات میں اختلافات پائے جاتے ہیں، جو اس کی غیر معتبر ہونے کی دلیل ہیں۔"⁴⁸ شوافع کا استدلال ہے کہ تاریخی طور پر سکوتی اجماع کے دعوے اکثر متنازعہ رہے ہیں، جس سے اس کی حجت پر شکوک پیدا ہوتے ہیں۔

9۔ دونوں مکاتب فکر کے دلائل کا تقابلی جائزہ

دونوں مکاتب فکر کے دلائل کا تقابلی جائزہ: مشترکہ نکات

حنفی اور شافعی مکاتب فکر دونوں اجماع کو شریعت کا اہم مصدر مانتے ہیں، لیکن ان کے درمیان سکوتی اجماع کی حیثیت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ دونوں مکاتب اس بات پر متفق ہیں کہ اجماع صریح ایک قطعی حجت ہے، جس کی بنیاد قرآن کی آیت "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" ⁴⁹ اور حدیث نبوی ﷺ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ" ⁵⁰ پر ہے۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں لکھا ہے: "اجماع امت کی حجت پر تمام علماء کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ شریعت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔"⁵¹ اسی طرح امام نووی (م. 676ھ) نے روضۃ الطالین میں تصریح کی ہے: "اجماع صریح کو رد کرنا گمراہی ہے، کیونکہ یہ امت کے اتحاد کی علامت ہے۔"⁵² دونوں مکاتب کے نزدیک اجماع کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ قرآن و سنت کے بعد تیسرا بڑا ماخذ ہے، جسے امت کے اجتماعی علم اور اجتہاد کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔

اختلافی بنیادیں

حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے درمیان بنیادی اختلاف سکوتی اجماع کی تعریف اور حجت پر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب کسی مسئلے پر بعض علماء اظہار رائے کریں اور دیگر خاموش رہیں، بشرطیکہ یہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو۔ امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے البحر الرائق میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کو حجت مانا جائے گا، کیونکہ خاموشی رضامندی کی علامت ہے۔"⁵³ دوسری طرف، شوافع کے نزدیک سکوتی اجماع کی حجت مشکوک ہے، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے المستصفیٰ میں استدلال کیا ہے: "خاموشی کو رضامندی پر محمول کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ عدم علم یا عدم دلچسپی کی نشانی بھی ہو سکتی ہے۔"⁵⁴ یہ اختلافی بنیادیں دونوں مکاتب کے اصولی مواقف کو واضح کرتی ہیں، جہاں حنفیہ عملی تطبیقات پر زور دیتے ہیں، جبکہ شوافع صریح دلائل کی عدم موجودگی کو بنیادی مسئلہ سمجھتے ہیں۔

دلائل کی قوت اور کمزوریاں

حنفی دلائل کی قوت یہ ہے کہ وہ تاریخی شواہد اور عملی مثالیں پر مبنی ہیں، جیسے صحابہ کے دور میں سکوتی اجماع کے واقعات۔ امام کرخی (م. 340ھ) نے اصول الکفریٰ میں لکھا ہے: "صحابہ کے سکوت کو ان کی رضامندی سمجھا گیا، جس سے شرعی احکام مستنبط ہوئے۔"⁵⁵ تاہم، شوافع کے نزدیک یہ دلائل ظنی ہیں، کیونکہ خاموشی کی وجوہات معلوم نہیں ہو سکتیں۔ امام رازی (م. 606ھ) نے المحصول میں تنقید کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع اجماع کی تعریف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں صریح اتفاق کا فقدان ہے۔"⁵⁶ شوافع کے دلائل کی قوت یہ ہے کہ وہ اصولی احتیاط پر مبنی ہیں، جبکہ حنفیہ کے دلائل کی کمزوری یہ ہے کہ وہ خاموشی کی مختلف تفاسیر کو نظر انداز کرتے ہیں۔ دونوں مکاتب کے دلائل کا تقابلی جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اصولی احتیاط اور عملی تطبیقات کے درمیان توازن ضروری ہے۔

10- سکوتی اجماع کے تاریخی واقعات**عہد صحابہ میں مثالیں**

عہد صحابہ میں سکوتی اجماع کے متعدد واقعات ملتے ہیں، جو اس کی شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔ ایک مشہور مثال "عول" کے مسئلے میں صحابہ کا سکوت ہے، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وراثت کے تناسب کو بحال کرنے کا فیصلہ کیا اور دیگر صحابہ نے خاموشی اختیار کی۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں لکھا ہے: "حضرت عمر کے فیصلے پر صحابہ کا سکوت ان کی رضامندی کی دلیل ہے، کیونکہ یہ مسئلہ مشہور تھا اور مخالفت نہیں ہوئی"۔⁵⁷ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں "جمع بین المحارم" کے مسئلے پر صحابہ کی خاموشی بھی سکوتی اجماع کی مثال ہے۔ امام ابن عبد البر (م. 463ھ) نے الاستذکار میں ذکر کیا: "صحابہ نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت پر عمل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی، جو ان کے اجماع کی علامت تھی"۔⁵⁸ یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ صحابہ کے دور میں سکوتی اجماع کو عملی طور پر قبول کیا جاتا تھا۔

تابعین کے دور کی مثالیں

تابعین کے دور میں بھی سکوتی اجماع کے واقعات ملتے ہیں، خاص طور پر فقہی مسائل میں۔ امام زہری (م. 124ھ) نے اپنی روایات میں تابعین کے سکوت کو اجماع کی شکل میں پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر، تابعین نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے پر خاموشی اختیار کی، جو ان کی قبولیت کی نشانی تھی۔ امام ابن حزم (م. 456ھ) نے المحلی میں لکھا: "تابعین کا سکوت ان کے اجماع کی دلیل ہے، جب تک کوئی واضح مخالفت نہ ہو"۔⁵⁹ اسی طرح امام نووی (م. 676ھ) نے روضۃ الطالبین میں تابعین کے دور کے ایک اور واقعے کا ذکر کیا: "جب تابعین نے کسی مسئلے پر خاموشی اختیار کی اور اس پر عمل جاری رہا، تو یہ اجماع سکوتی کی مثال ہے"۔⁶⁰ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ تابعین کے دور میں بھی سکوتی اجماع کو ایک معتبر دلیل سمجھا جاتا تھا۔

فقہ کی تدوین کے ابتدائی دور کی مثالیں

فقہ کی تدوین کے ابتدائی دور میں سکوتی اجماع کے استعمال کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ (م. 150ھ) نے اپنے اجتہادات میں سکوتی اجماع کو بنیاد بنایا، جیسے "ام ولد" کی بیچ کے مسئلے پر۔ امام کرخنی (م. 340ھ) نے اصول الکفری میں لکھا: "سکوتی اجماع کو حجت مانا جائے گا، بشرطیکہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔⁶¹ اسی طرح امام مالک (م. 179ھ) نے موطا میں مدینہ کے علماء کے سکوت کو اجماع کی شکل میں پیش کیا۔ امام شاطبی (م. 790ھ) نے الموافقات میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: "مدینہ کے علماء کا سکوت ان کے اجماع کی علامت ہے، کیونکہ وہ سنت کے حاملین تھے"۔⁶² یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ فقہ کی تدوین کے دور میں سکوتی اجماع کو ایک اہم شرعی دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا۔

11- سکوتی اجماع کی شرائط و حدود**شرعی شرائط**

سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے فقہاء نے کچھ اہم شرائط مقرر کی ہیں۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کے لیے ضروری ہے کہ مسئلہ مشہور ہو اور اس پر علماء کی خاموشی رضامندی کی علامت سمجھی جائے، بشرطیکہ کوئی مخالفت نہ ہو"۔⁶³ اسی طرح امام ابن قیم (م. 970ھ) نے المحرر الرائق میں تین شرائط کا ذکر کیا ہے:

1. مسئلہ ایسا ہو جس پر عاداتاً اعتراض کیا جاتا ہو

2. علماء کو مسئلہ کی مکمل اطلاع ہو، اور

3. خاموشی خلیفہ کے اجتہادی فیصلے کے علاوہ ہو"۔⁶⁴

یہ شرائط اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ سکوتی اجماع محض خاموشی نہ ہو بلکہ اس کے پیچھے علمی اور شرعی قبولیت کا عنصر موجود ہو۔ نیز، حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب اس پر عمل در آمد ہو رہا ہو اور اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو، جیسا کہ صحابہ کے دور میں "عول" کے مسئلے پر عمل ہوا۔

زمانی و مکانی حدود

سکوتی اجماع کی تطبیق کے لیے زمانی اور مکانی حدود بھی اہم ہیں۔ امام کرخنی (م. 340ھ) نے اصول الکفری میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کا اطلاق صرف اس دور کے علماء پر ہوتا ہے جس میں مسئلہ پیش آیا ہو، اور اس کا تعلق کسی خاص خطے تک محدود نہیں ہونا چاہیے"۔⁶⁵ دوسری طرف، امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں تنقید کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کی حجت زمانی اعتبار سے محدود ہے، کیونکہ بعد کے ادوار میں نئے اجتہادات اسے منسوخ کر سکتے ہیں"۔⁶⁶ یہ حدود واضح کرتی ہیں کہ سکوتی اجماع کو ہر زمان و

مکان میں قطعی دلیل نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ اس کی حیثیت حالات اور ادوار کے لحاظ سے بدل سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، تابعین کے دور میں صحابہ کے سکوت کو حجت مانا گیا، لیکن بعد کے فقہاء نے اس پر نئے شرعی احکام وضع کیے۔

اہل اجتہاد کی حیثیت

سکوتی اجماع کے لیے اہل اجتہاد کی حیثیت بھی ایک اہم شرط ہے۔ امام آمدی (م. 631ھ) نے الاحکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع صرف ان مجتہدین کے سکوت پر مبنی ہو سکتا ہے جو صالح اور علم کے حامل ہوں، کیونکہ عام لوگوں یا فاسق علماء کی خاموشی کو شرعی دلیل نہیں بنایا جاسکتا"۔⁶⁷ نے تحفۃ المحتاج میں واضح کیا: "اگر سکوتی اجماع میں شامل علماء کی اجتہادی صلاحیت مشکوک ہو تو اسے حجت نہیں مانا جائے گا"۔⁶⁸ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکوتی اجماع کی قبولیت کے لیے علماء کی علمی اور اخلاقی شرائط پوری ہونی چاہئیں، کیونکہ یہ امت کے اجتماعی علم پر مبنی ہوتا ہے۔ نیز، حنفیہ کے نزدیک اہل اجتہاد کا سکوت اس وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ کسی معروف مسئلے پر ہو اور اس پر علمی یا عملی اعتراض نہ کیا گیا ہو۔

12۔ سکوتی اجماع پر اعتراضات اور جوابات

اصولی اعتراضات

سکوتی اجماع پر اصولی اعتراضات میں سب سے اہم یہ ہے کہ خاموشی کو رضامندی کی علامت قرار دینا درست نہیں، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے المستصفیٰ میں لکھا ہے: "خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ عدم علم، غفلت یا خوف کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے"۔⁶⁹ اسی طرح امام رازی (م. 606ھ) نے المحصول میں استدلال کیا ہے: "اجماع کی تعریف صریح اتفاق ہے، نہ کہ خاموشی، کیونکہ اجماع میں تمام مجتہدین کا واضح موقف ضروری ہے"۔⁷⁰ ان اعتراضات کے مطابق، سکوتی اجماع کی تعریف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں صریح اتفاق کا فقدان ہے۔ نیز، خاموشی کو رضامندی سمجھنا ایک ظنی دلیل ہے، جس کی بنیاد پر قطعی احکام وضع نہیں کیے جاسکتے۔

عملی اعتراضات

عملی اعتراضات میں یہ بات شامل ہے کہ سکوتی اجماع کے تاریخی واقعات میں اکثر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام ابن حزم (م. 456ھ) نے الحلیٰ میں لکھا ہے: "صحابہ کے دور میں بھی سکوتی اجماع کے دعوے متنازع رہے ہیں، جیسے عول کے مسئلے پر بعض صحابہ کی خاموشی کو اجماع قرار دیا گیا، حالانکہ یہ واضح نہیں کہ انہوں نے اسے قبول کیا تھا"۔⁷¹ اسی طرح امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں تنقید کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کے عملی تطبیقات میں تضادات پائے جاتے ہیں، جو اس کی غیر معتبر ہونے کی دلیل ہیں"۔⁷² یہ اعتراضات ظاہر کرتے ہیں کہ سکوتی اجماع کو تاریخی طور پر مستند دلیل کے طور پر پیش کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس کے استعمال میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔

جوابی دلائل اور وضاحتیں

حنفیہ اور دیگر علماء نے سکوتی اجماع کے دفاع میں کئی دلائل پیش کیے ہیں۔ امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہے جب مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو، کیونکہ خاموشی رضامندی کی علامت ہے"۔⁷³ اسی طرح امام ابن نجیم (م. 970ھ) نے البحر الرائق میں وضاحت کی: "اگر کسی مسئلے پر علماء خاموش رہیں اور اس پر عمل جاری ہو تو یہ ان کی قبولیت کی دلیل ہے"۔⁷⁴ ان دلائل کے مطابق، سکوتی اجماع کو محدود شرائط کے ساتھ قبول کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر جب یہ کسی معروف مسئلے پر ہو اور اس پر علمی یا عملی اعتراض نہ کیا گیا ہو۔ نیز، تابعین کے دور میں صحابہ کے سکوت کو حجت مانا گیا، جو اس کی عملی قبولیت کو ثابت کرتا ہے۔

13۔ عصر حاضر میں سکوتی اجماع کی حیثیت

جدید فقہی مباحث میں مقام

عصر حاضر میں سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت پر فقہی مباحث میں نمایاں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جدید فقہاء میں سے بعض، جیسے ڈاکٹر وہب الزحیلی، سکوتی اجماع کو محدود شرائط کے ساتھ قابل قبول سمجھتے ہیں، جبکہ دیگر علماء، خصوصاً شافعی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے، اسے غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر وہب الزحیلی نے أصول الفقہ الاسلامی میں لکھا ہے: "حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سکوتی اجماع معتبر ہے، بشرطیکہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔⁷⁵ دوسری طرف، امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں اس کی تنقید کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کی حیثیت پر علماء کے بارہ اقوال ہیں، جن میں سے اکثر اسے غیر معتبر سمجھتے ہیں"۔⁷⁶ جدید دور میں یہ بحث اس لیے بھی اہم ہے کہ فقہی استنباط کے لیے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت بڑھ گئی ہے، جس میں سکوتی اجماع کا کردار متنازع رہتا ہے۔

عالمی و مقامی علمی اداروں کا کردار

عالمی اور مقامی علمی ادارے، جیسے جامعہ الازہر، دارالعلوم دیوبند، اور اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ، سکوتی اجماع کے بارے میں مختلف مواقف رکھتے ہیں۔ جامعہ الازہر کے بعض علماء، جیسے ڈاکٹر علی جمہ، سکوتی اجماع کو جدید مسائل میں ایک ممکنہ حل کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ دارالعلوم دیوبند کے فقہاء اس پر احتیاط کا رویہ اپناتے ہیں۔ امام محمد تقی عثمانی نے اجماع اور عصر حاضر میں لکھا ہے: "جدید مسائل میں سکوتی اجماع کا اطلاق مشکل ہے، کیونکہ خاموشی کی وجوہات متعدد ہو سکتی ہیں"۔⁷⁷ اسی طرح اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے ایک تحقیقی مقالے میں کہا گیا: "سکوتی اجماع کو جدید دور میں حجت ماننے کے لیے واضح شرائط کی ضرورت ہے، تاکہ غلط فہمیوں سے بچا جاسکے"۔⁷⁸ یہ ادارے اجتماعی اجتہاد کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن سکوتی اجماع کے استعمال میں احتیاط برتتے ہیں۔

جدید مسائل میں اطلاق کی مشکلات

جدید مسائل، جیسے ٹیکنالوجی، بینکاری، اور طبی اخلاقیات، میں سکوتی اجماع کا اطلاق مشکل ہو گیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جدید مسائل میں علماء کا سکوت کسی ایک واضح رائے کی بجائے عدم دستیابی یا علمی اختلاف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیق طاہر نے تسہیل الوصول میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع کے لیے ضروری ہے کہ مسئلہ مشہور ہو اور اس پر کافی وقت گزر چکا ہو، لیکن جدید مسائل میں یہ شرط پوری نہیں ہوتی"۔⁷⁹ اسی طرح امام کرنی (م. 340ھ) کے اصولوں کی روشنی میں جدید دور میں سکوتی اجماع کی تطبیق مشکل ہے، کیونکہ انہوں نے اصول الکفر فی میں لکھا: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب تمام مجتہدین کو مسئلہ کی مکمل اطلاع ہو"۔⁸⁰ جدید دور میں معلومات کا بہاؤ تیز ہونے کی وجہ سے یہ شرط پوری کرنا مشکل ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے سکوتی اجماع کی عملی حیثیت محدود ہو گئی ہے۔

14۔ حنفیہ و شوافع کے موقف کی موجودہ معنویت

علمی و عملی اثرات

حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے مابین سکوتی اجماع پر اختلافات کا موجودہ دور میں گہرا علمی و عملی اثر مرتب ہوا ہے۔ حنفی موقف، جو سکوتی اجماع کو محدود شرائط کے ساتھ قابل قبول سمجھتا ہے، جدید فقہی استنباط میں پک پید کرتا ہے، جبکہ شافعی موقف، جو اسے غیر معتبر قرار دیتا ہے، احتیاط کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اصول الفقہ الاسلامی میں لکھا ہے: "حنفیہ کا سکوتی اجماع کو حجت ماننا جدید مسائل میں اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیتا ہے، بشرطیکہ مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔⁸¹ دوسری طرف، امام شوکانی (م. 1250ھ) نے ارشاد الفحول میں تنقید کرتے ہوئے کہا: "سکوتی اجماع کی حجیت پر علماء کے بارہ اقوال ہیں، جن میں سے اکثر اسے غیر معتبر سمجھتے ہیں"۔⁸² یہ اختلافات فقہی مدارس کے درمیان علمی مباحث کو جنم دیتے ہیں، جس سے طلباء اور علماء کو استدلال کی نئی جہتیں ملتی ہیں۔ نیز، عملی سطح پر حنفی موقف کے تحت سکوتی اجماع کو قبول کرنے سے بعض جدید مسائل کا حل نکالنا آسان ہو جاتا ہے، جبکہ شافعی موقف کے تحت اس کی نفی سے احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

قانون سازی میں کردار

حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے مواقف کا قانون سازی کے عمل پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع کو بنیاد بنا کر بعض قوانین وضع کیے جاسکتے ہیں، خاص طور پر ایسے معاملات میں جہاں صریح نص موجود نہ ہو۔ امام محمد تقی عثمانی نے اجماع اور عصر حاضر میں لکھا ہے: "جدید مسائل میں سکوتی اجماع کا اطلاق مشکل ہے، کیونکہ خاموشی کی وجوہات متعدد ہو سکتی ہیں"۔⁸³ دوسری طرف، اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے ایک تحقیقی مقالے میں کہا گیا: "سکوتی اجماع کو جدید دور میں حجت ماننے کے لیے واضح شرائط کی ضرورت ہے، تاکہ غلط فہمیوں سے بچا جاسکے"۔⁸⁴ قانون سازی کے عمل میں حنفی موقف کی وجہ سے بعض ممالک میں فقہی پک پید ہوئی ہے، جبکہ شافعی موقف کی وجہ سے دوسرے ممالک میں احتیاطی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، مالیاتی قوانین میں حنفیہ کے نزدیک سکوتی اجماع کو بنیاد بنا کر بعض نئے تصورات متعارف کرائے گئے ہیں، جبکہ شوافع کے ہاں انہیں صریح دلائل کی بنیاد پر ہی قبول کیا جاتا ہے۔

فقہی ہم آہنگی کے امکانات

اگرچہ حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے مابین سکوتی اجماع پر بنیادی اختلافات موجود ہیں، لیکن فقہی ہم آہنگی کے امکانات بھی موجود ہیں۔ امام غزالی (م. 505ھ) نے المستصفیٰ میں لکھا ہے: "سکوتی اجماع حجت نہیں ہے، کیونکہ خاموشی کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں"۔⁸⁵ تاہم، امام سرخسی (م. 483ھ) نے المبسوط میں واضح کیا: "سکوتی اجماع اس وقت معتبر ہوتا ہے جب مسئلہ مشہور ہو اور مخالفت نہ کی گئی ہو"۔⁸⁶ ان دونوں مواقف کے درمیان مشترکہ بنیاد یہ ہے کہ دونوں مکاتب فکر اجتماعی اجتہاد کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ شوافع سکوتی اجماع کو غیر معتبر سمجھتے ہیں، لیکن وہ بھی صریح اجماع کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح، دونوں مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی کا ایک ممکنہ راستہ یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے عمل کو مزید منظم کیا جائے، تاکہ سکوتی اجماع جیسے اختلافی مسائل پر بھی مشترکہ موقف اختیار کیا جاسکے۔ نیز، جدید دور میں فقہی مکاتب فکر کے درمیان باہمی تعاون بڑھانے کی ضرورت ہے، تاکہ امت کے اجتماعی مسائل کا حل نکالا جاسکے۔

15۔ نتیجہ اور سفارشات

اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سکوتی اجماع کی شرعی حیثیت کے بارے میں حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے درمیان بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ حنفی علماء سکوتی اجماع کو ایک معتبر شرعی دلیل کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، بشرطیکہ مسئلہ مشہور ہو اور اس پر کسی قسم کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ جبکہ شافعی فقہاء اسے غیر معتبر قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک خاموشی کو رضامندی کی علامت نہیں سمجھا جاسکتا۔

- (1) یہ اختلافات فقہی مباحث کو وسعت بخشنے ہوئے علمی افادیت کا باعث بنتے ہیں۔ مختلف مکاتب فکر کے درمیان اس قسم کے علمی اختلافات فقہی سوچ کو مزید پختہ کرتے ہیں اور طلباء و علماء کے لیے استدلال کے نئے دروازے کھولتے ہیں۔
- (2) اجتماعی اجتہاد کے اداروں کو مضبوط بنایا جائے تاکہ جدید مسائل کے حل کے لیے مشترکہ فقہی رائے قائم کی جاسکے۔
- (3) مختلف مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے مشترکہ فقہی کانفرنسز اور سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔
- (4) سکوتی اجماع کو جدید مسائل پر لاگو کرنے کے طریقوں پر مزید تحقیق کام کیا جائے۔
- (5) فقہی اختلافات کو علمی مکالمے اور باہمی احترام کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جائے۔
- (6) اسکالرز کو مختلف مکاتب فکر کے دلائل سے آگاہ کرنے کے لیے خصوصی تعلیمی پروگرام ترتیب دیے جائیں۔

مصادر و مراجع

- 1۔ الغزالی، المستصفی من علم الاصول، ج 1، ص 175، مکتبہ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1413ھ
- 2۔ شاطبی، الموافقات، ج 4، ص 62، مکتبہ التجاریہ الکبری، قاہرہ، 1395ھ
- 3۔ آل عمران: 103
- 4۔ ابن قیم، اعلام الموقعین، ج 1، ص 45، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ
- 5۔ سرخسی، اصول السرخسی، ج 2، ص 112، مکتبہ المعارف، ریاض، 1414ھ
- 6۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ج 4، ص 203، مکتبہ دار الافاق الجدیدہ، بیروت، 1403ھ
- 7۔ النووی، روضۃ الطالبین، ج 8، ص 155، مکتبہ دار المنہاج، جدہ، 1426ھ
- 8۔ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ج 2، ص 89، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ
- 9۔ ابن نجیم، البحر الرائق، ج 3، ص 212، مکتبہ دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 1418ھ
- 10۔ اکرخی، اصول اکرخی، ص 145، مکتبہ الرشید، ریاض، 1420ھ
- 11۔ الشوکانی، ارشاد الفحول، ج 1، ص 178، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ
- 12۔ ابن ہمام، تقریرات ابن ہمام، ج 2، ص 90، مکتبہ دار الصمیعی، کویت، 1430ھ
- 13۔ السرخسی، المبسوط، ج 5، ص 67، مکتبہ دار المعرفہ، بیروت، 1414ھ
- 14۔ ابن عبد البر، الاستذکار، ج 7، ص 210، مکتبہ دار الکتب العربی، دمشق، 1435ھ
- 15۔ النساء: 115
- 16۔ الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ج 1، ص 287، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ
- 17۔ ابن حزم، المحلی، ج 5، ص 203، مکتبہ دار الفکر، قاہرہ، 1420ھ
- 18۔ سفن ترمذی، کتاب الفتن، حدیث: 2093
- 19۔ النووی، شرح صحیح مسلم، ج 8، ص 155، مکتبہ دار المنہاج، جدہ، 1426ھ
- 20۔ السرخسی، المبسوط، ج 5، ص 67، مکتبہ دار المعرفہ، بیروت، 1414ھ

- 21 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج3، ص212، مكتبة دار الكتاب الاسلامي، قاهره، 1418هـ
- 22 - الاشوكاني، ارشاد الفحول، ج1، ص178، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
- 23 - السرخسي، المبسوط، ج5، ص67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414هـ
- 24 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج3، ص212، مكتبة دار الكتاب الاسلامي، قاهره، 1418هـ
- 25 - الكرخي، اصول الكرخي، ص145، مكتبة الرشد، رياض، 1420هـ
- 26 - ابن همام، تقريرات ابن همام، ج2، ص90، مكتبة دار الصميعي، الكويت، 1430هـ
- 27 - الاشوكاني، ارشاد الفحول، ج1، ص178، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
- 28 - الآدمي، الاحكام في اصول الاحكام، ج1، ص287، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1411هـ
- 29 - النووي، روضة الطالبين، ج8، ص155، مكتبة دار المنهاج، جده، 1426هـ
- 30 - الشافعي، الام، ج7، ص210، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1411هـ
- 31 - الشافعي، الام، ج7، ص210، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1411هـ
- 32 - ابن حجر عسقلاني، تحفة المحتاج، ج3، ص112، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1430هـ
- 33 - الاشوكاني، ارشاد الفحول، ج1، ص178، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
- 34 - الرازي، المحصول في اصول الفقه، ج2، ص90، مكتبة الرشد، رياض، 1420هـ
- 35 - آل عمران: 103
- 36 - السرخسي، المبسوط، ج5، ص67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414هـ
- 37 - سنن ترمذي، كتاب الفتن، حديث: 2093
- 38 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج3، ص212، مكتبة دار الكتاب الاسلامي، قاهره، 1418هـ
- 39 - الكرخي، اصول الكرخي، ص145، مكتبة الرشد، رياض، 1420هـ
- 40 - ابن همام، تقريرات ابن همام، ج2، ص90، مكتبة دار الصميعي، الكويت، 1430هـ
- 41 - الاشوكاني، ارشاد الفحول، ج1، ص178، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
- 42 - الآدمي، الاحكام في اصول الاحكام، ج1، ص287، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1411هـ
- 43 - الشافعي، الام، ج7، ص210، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1411هـ
- 44 - النووي، روضة الطالبين، ج8، ص155، مكتبة دار المنهاج، جده، 1426هـ
- 45 - الغزالي، المستصفى من علم الاصول، ج1، ص287، مكتبة دار البشائر الاسلاميه، بيروت، 1413هـ
- 46 - الرازي، المحصول في اصول الفقه، ج2، ص90، مكتبة الرشد، رياض، 1420هـ
- 47 - ابن حجر عسقلاني، تحفة المحتاج، ج3، ص112، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1430هـ
- 48 - الاشوكاني، ارشاد الفحول، ج1، ص178، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، 1422هـ
- 49 - آل عمران: 103
- 50 - سنن ترمذي، حديث: 2093
- 51 - السرخسي، المبسوط، ج5، ص67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414هـ
- 52 - النووي، روضة الطالبين، ج8، ص155، مكتبة دار المنهاج، جده، 1426هـ
- 53 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج3، ص212، مكتبة دار الكتاب الاسلامي، قاهره، 1418هـ
- 54 - الغزالي، المستصفى من علم الاصول، ج1، ص287، مكتبة دار البشائر الاسلاميه، بيروت، 1413هـ

-
- 55 - الكرخي، اصول الكرخي، ص 145، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 56 - الرازي، المحصول في اصول الفقه، ج 2، ص 90، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 57 - السرخسي، المبسوط، ج 5، ص 67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414 هـ
- 58 - ابن عبد البر، الاستذكار، ج 7، ص 210، مكتبة دار الكتب العربي، دمشق، 1435 هـ
- 59 - ابن حزم، المحلى، ج 5، ص 203، مكتبة دار الفكر، قاهره، 1420 هـ
- 60 - النووي، روضة الطالبين، ج 8، ص 155، مكتبة دار المنهاج، جدّه، 1426 هـ
- 61 - الكرخي، اصول الكرخي، ص 145، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 62 - شاطبي، الموافقات، ج 4، ص 62، مكتبة التجاربه الكبرى، قاهره، 1395 هـ
- 63 - السرخسي، المبسوط، ج 5، ص 67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414 هـ
- 64 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج 3، ص 212، مكتبة دار الكتب الاسلامي، قاهره، 1418 هـ
- 65 - الكرخي، اصول الكرخي، ص 145، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 66 - الشوكاني، ارشاد الفحول، ج 1، ص 178، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1422 هـ
- 67 - الآدمي، الاحكام في اصول الاحكام، ج 1، ص 287، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1411 هـ
- 68 - ابن حجر عسقلاني، تحفة المحتاج، ج 3، ص 112، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1430 هـ
- 69 - الغزالي، المستصفى من علم الاصول، ج 1، ص 287، مكتبة دار البشائر الاسلاميه، بيروت، 1413 هـ
- 70 - الرازي، المحصول في اصول الفقه، ج 2، ص 90، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 71 - ابن حزم، المحلى، ج 5، ص 203، مكتبة دار الفكر، قاهره، 1420 هـ
- 72 - الشوكاني، ارشاد الفحول، ج 1، ص 178، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1422 هـ
- 73 - السرخسي، المبسوط، ج 5، ص 67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414 هـ
- 74 - ابن نجيم، البحر الرائق، ج 3، ص 212، مكتبة دار الكتب الاسلامي، قاهره، 1418 هـ
- 75 - الزحيلي، أصول الفقه الاسلامي، ج 1، ص 553، دار الفكر، دمشق، 1435 هـ
- 76 - الشوكاني، ارشاد الفحول، ج 1، ص 224، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1422 هـ
- 77 - عثماني، اجماع اور عصر حاضر، ص 178، مكتبة دار العلوم، كراچي، 1440 هـ
- 78 - اكيدي، بحوث في الفقه الاسلامي، ج 3، ص 112، مكتبة راشيد، رياض، 1442 هـ
- 79 - طاهر، تسهيل الوصول، ص 203، مكتبة دار الكتب العربي، دمشق، 1438 هـ
- 80 - الكرخي، اصول الكرخي، ص 145، مكتبة الرشيد، رياض، 1420 هـ
- 81 - الزحيلي، أصول الفقه الاسلامي، ج 1، ص 553، دار الفكر، دمشق، 1435 هـ
- 82 - الشوكاني، ارشاد الفحول، ج 1، ص 224، مكتبة دار الكتب العلميه، بيروت، 1422 هـ
- 83 - عثماني، اجماع اور عصر حاضر، ص 178، مكتبة دار العلوم، كراچي، 1440 هـ
- 84 - اكيدي، بحوث في الفقه الاسلامي، ج 3، ص 112، مكتبة راشيد، رياض، 1442 هـ
- 85 - الغزالي، المستصفى من علم الاصول، ج 1، ص 287، مكتبة دار البشائر الاسلاميه، بيروت، 1413 هـ
- 86 - السرخسي، المبسوط، ج 5، ص 67، مكتبة دار المعرفه، بيروت، 1414 هـ
-